رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

قادیان

اخبار

# الحکم

ہفتہ وار

دور جدید

چہ گویم تا تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی ؛ مدیر مسؤل: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۱ | مورخہ ۱۸/۲۵ محرم ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴-۲۱-۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء یوم دوشنبہ | نمبر ۸-۹-۱۰

# خلافت اسلامیہ

حضرت مولینا عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم اے امام مسجد لنڈن کا خلافت اسلامیہ پر

## معرکۃ الآراء مضمون

ہمارے مجاہد کبیر حضرت مولینا عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم۔ اے اپنی گرانقدر خدمات دینیہ اور اپنے تبحر علمی کی وجہ سے جو خاص امتیاز جماعت میں رکھتے ہیں۔ وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ آپ نے حال میں ایک نہایت ہی بلند پایہ تصنیف انگریزی زبان میں شائع فرمائی ہے۔ جو نہ صرف وقت حاضرہ ہی کے لئے ایک مفید ترین تصنیف ہے۔ بلکہ آئندہ زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے بھی ایک فیصلہ کن چیز ہے۔ یہ تصنیف

### خلافت اسلامیہ

کے اہم عنوان کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ اور خلافت اسلامیہ کے تمام ممکن عنوانات پر سیر کن بحث کی گئی ہے۔

الحکم نے اس ٹھوس اور معلومات سے پُر مضمون کا ایک قابل گریجوئیٹ سے ترجمہ کروایا ہے۔ جو اردو خوان پبلک کی معلومات میں قیمتی اضافہ کرنے کا باعث ہوگا۔

چونکہ یہ مضمون ایک نمبر میں نہیں آسکتا اس لئے ۷ اور ۱۴ اپریل کا پرچہ اکٹھا کر دیا جائے گا۔ کچھ کاپیاں زائد چھپوائی جائیں گی۔ مجلس مشاورت پر آنے والے جو احباب اس پرچہ کو خریدنا چاہیں گے خرید سکیں گے

جو احباب زائد کاپیاں لینی چاہیں وہ بذریعہ ایک کارڈ اطلاع دے دیں اس کے مطابق ان کے لئے کاپیاں رکھی جائیں گی۔

یہ نمبر الحکم کے موجودہ سائز پر نہیں ہوگا۔ بلکہ کتابی صورت پر شائع کیا جائے گا۔ تاکہ احباب اگر الگ جلد کرانا چاہیں تو کرا سکیں الحکم کے اس نسخہ کی قیمت چار آنے فی کاپی ہوگی۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان

# پیغامِ امام جماعت احمدیہ کے نام

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ لوگ پہلی ہی جماعت نہیں ہیں۔ جن کو خدا کیلئے قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے ہیں۔ تم سے پہلے لوگوں کو دین کے لئے آروں سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور انہوں نے اف تک نہ کی۔ صحابہؓ کا نمونہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی آواز کو جس اخلاص سے سُنا اور اس پر عمل کیا۔ تاریخ کے صفحات اس پر شاہد ہیں۔ بندوں کی شہادت کے سوا خدا تعالےٰ کی شہادت بھی ان کو حاصل ہے۔ فرماتا ہے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ خدا ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ خدا سے راضی ہو گئے ۔

آج وہی بوجھ آپ لوگوں کے کندھوں پر رکھا گیا۔ وہی امانت آپ کے سپرد کی گئی ہے اور آپ کی کمزوری کو دیکھ کر خدا تعالےٰ نے اس بوجھ کو لمبے زمانہ میں پھیلا دیا ہے ۔

لیکن جہاں بوجھ پھیل جانے سے بعض لحاظ سے ہلکا ہو گیا ہے۔ بعض دوسرے لحاظ سے بھاری بھی بن گیا ہے۔ کیونکہ کئی ہیں جو بھاری قربانی تھوڑے عرصہ میں کر سکتے ہیں۔ لیکن ہلکی قربانی لمبے عرصہ تک نہیں دے سکتے لیکن یہ امر میرے یا آپ کے اختیار کا نہیں۔ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کرنا تھا۔ اور اس نے فیصلہ کر دیا جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ یعنی قدرت کے فیصلہ کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا ۔

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک کے بعد دوسرا ابتلا آنے والا ہے دشمن ایک طرف سے ناکام ہو کر دوسری طرف سے حملہ کرے گا۔ اور اس کی پوری کوشش ہو گی کہ آپ کو تھکا دے۔ خدا نہ کرے کہ اس کی یہ خواہش پوری ہو۔ مگر میں آپ میں سے بعض کو تھکتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ میں بعض کی کمریں ایک ہلکے بوجھ کے نیچے بھی خم ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا راستہ پل صراط قرار دیا ہے جو جہنم پر بندھا ہوا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ اس پل پر جو ٹھہرا سیدھا جہنم میں گیا۔ یہ کیسا خطرناک انجام ہے۔ یہ کیسا بھیانک خاتمہ ہے۔ خدا اس سے ہر شخص کو محفوظ رکھے ۔

آپ لوگوں نے اس سال علاوہ عام چندوں یا وصیتوں کے اپنی مرضی سے تحریک جدید کے چندے اپنے اوپر واجب کئے ہیں۔ اور بعض نے جوبلی تحریک میں بھی حصہ لیا ہے۔ ان سب چندوں کو ملا کر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سال اور آئندہ سال آپ لوگوں کے لئے سخت امتحان کے سال ہیں۔ اور ان کا اثر چونکہ تیسرے سال پر بھی پڑتا ہے۔ تیسرا سال بھی سخت ہی سمجھنا چاہیئے گویا یہ تین سال آپ کی زندگیوں کے خاص قربانی والے سال ہیں۔ جن میں آپ نے اپنے ایمان کا امتحان دینا ہے ۔

مگر کیا آپ نے اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے پوری تیاری کی ہے؟ یہ سوال ہے جس کا جواب اگر آپ اپنے ایمان کو بچانا چاہتے ہیں۔ آپ کو فوراً دینا چاہیئے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چندہ تحریک جدید کے بارہ میں جو اس سال بعض دوستوں نے سستی دکھائی ہے وہ تھکان پر دلالت کرتی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ بعض لوگ اس امتحان میں فیل نہ ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ان کو بچائے۔ اللّٰھم آمین

پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ بڑھتا ہوا بوجھ گزارہ میں سخت تنگی کئے بغیر نہیں اٹھایا جا سکے گا۔ پس جو چاہتا ہے کہ اس امتحان میں کامیاب ہو اسے چاہیئے کہ اپنے بیوی بچوں کو اپنا ہم خیال بنائے۔ اور اپنے خرچوں میں تنگی کرے تاکہ یہ بوجھ اٹھ سکے۔ جو لوگ ایسا نہ کریں گے۔ وہ اپنی ناکامی پر اپنے ہاتھوں سے مہر لگائیں گے۔ العیاذ باللہ۔

میں تمام جماعتوں کو اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ دو ہفتہ کے اندر اندر تمام پنجاب کی جماعتیں تحریک جدید کے دو سیکرٹری مقرر کر کے مجھے اطلاع دیں۔ ایک مالی سیکرٹری اور ایک عام سیکرٹری۔ مالی سیکرٹری چندہ کے جمع کرنے کا کام کرے اور عام سیکرٹری دوسری شرطوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ کرے۔ مالی سیکرٹری ہو سکتا ہے کہ موجودہ مالی سیکرٹری ہی کو تجویز کر دیا جائے۔ یہ اطلاعات فوراً مل جانی چاہئیں۔ اور ان لوگوں کو فوراً چندوں کی وصولی کا کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اور میری منظوری کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

پنجاب کے باہر ہندوستان کے لئے ایک ماہ۔ اور بیرون ہند کے لئے اڑھائی ماہ کی مہلت مقرر کی جاتی ہے۔ چونکہ تحریک جدید کو اپنے کاموں کے لئے فوراً روپیہ کی ضرورت ہے۔ سیکرٹریوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ رقم جمع نہ رکھیں۔ بلکہ ساتھ کے ساتھ فنانشل سیکرٹری کے نام بھجواتے جائیں۔

یہ اعلان پانچ دفعہ شائع کیا جائے گا۔ ہر احمدی جماعت سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اسے جمعہ کے موقعہ پر سب دوستوں کو سنانے کا انتظام کر دے گی۔ اور ہر احمدی دوست سے بھی امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور دوستوں تک یہ اعلان پہنچا دے گا۔ شائد اللہ تعالےٰ اس کی زبان میں اثر دے۔ اور شاید وہ دوسرے کے ثواب میں بھی شریک ہو جائے ۔

خاکسار۔ میرزا محمود احمد

مَیں جو کچھ بھی ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھونگا۔ وہ اپنے دیکھے اور مشاہدہ حالات کو زیر قلم کیئے ہوئے ہوگا۔ اَے خدا میرے بیانات میں اگر کسی قسم کی غلطی رہ جائے۔ تو اُس پر پردہ پوشی کیجیئو۔ اور میری ناقص تحریر میں برکت ڈالیئو۔ آمین۔

(۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا وقت جب قریب تھا۔ تو اُس وقت خاکسار حضور کو دبا رہا تھا۔ میں حضور کی چارپائی پر داہنی طرف بیٹھا ہوا تھا جبوقت حضور کی نزع کا وقت قریب آیا۔ اور حضور کی پاک رُوح اپنے مالک حقیقی کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ تو اُس وقت حضرت ام المومنین تشریف لائے۔ اور میرے پاس ہی چارپائی پر حضور کے سر مبارک کی طرف بیٹھ کر خدا تعالےٰ سے حضور کی صحت کے لیئے دعا مانگنی شروع کی۔ خاکسار اُس وقت حضور کی ٹانگیں اور پاؤں دبا رہا تھا۔ مجھ کو خوب اچھی طرح یاد ہے، کہ حضرت ام المومنین نے حضور کی نزع کے وقت حضور کو چینی کی پیالی میں قہوہ یا شہد ڈال کر (میرا غالب خیال ہے۔ کہ قہوہ ہی تھا۔) جو کہ اُس وقت حضور کے دہن مبارک میں دو بار ٹپکایا۔ جب پہلی بار ٹپکایا۔ تو حضور کے حلق سے نیچے اُتر گیا۔ لیکن جب دوسری دفعہ ٹپکایا گیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ حضور کو حلق سے نیچے کرتے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ جسپر میں نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں عرض کی۔ کہ امّاں جی! حضور کو پیتے وقت تکلیف ہوتی ہے حضور کو نہ پلائیں۔ حضور تو اب جا رہے ہیں۔ آپ نے میری طرف منہ پھیر کر دیکھا۔ اور حضور کو پلانا چھوڑ دیا۔ اسی اثناء میں حضور دو تین منٹ کے اندر اندر ہی اپنے حقیقی مالک کو جا ملے۔

مجھ کو وہ وقت بھی یاد ہے۔ کہ جب حضور نے اپنی وفات سے پیشتر ہی فرمایا تھا۔ کہ "میری وفات اب قریب ہے۔ وہ وقت جو ہوگا۔ اک قیامت کا نمونہ ہوگا۔" آپ کا فرمانا بجا تھا۔ وہ وقت ہمارے لیئے عین ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ ہمارے ہوش و حواس اختیار میں نہ تھے۔ زمین و آسمان چکّر کھاتے نظر آ رہے تھے۔ اور تمام دوست جو اُس وقت موجود تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ میری حالت ایسی تھی۔ جیسے کوئی سودائی ہوتا ہے۔ دیوانہ وار روئے چلا جا رہا تھا۔ دل میں سخت پریشانی اور اضطراب تھا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ حضور کی حالت بدل رہی تھی۔ تو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز یہ دعا مانگ رہے تھے۔ کہ:- "اے خدا! ہماری عمر آپ کو دیدے"۔ بار بار یہی الفاظ آپ اپنی زبان سے نکال رہے تھے۔ اور چارپائی کے گرد گھوم رہے تھے۔ یا تو آپ بار بار مذکورہ بالا الفاظ آپ کے لیئے بطور دعا استعمال میں لا رہے تھے۔ یا ایکدم ہی پہلے الفاظ بدل کر یہ الفاظ کہنے شروع کیئے۔ کہ "میں دشمن کے ساتھ مقابلہ کرونگا۔ اور ضرور ہی کرونگا۔" مجھ کو ان سے آگے اور الفاظ یاد نہیں رہے۔ جو آپ نے اس وقت کہے آپ کے یہ الفاظ کہنے پر مجھے یہ خیال گذرا۔ کہ آپ نے یہ الفاظ کہنے کیوں شروع کر دیئے۔ لیکن یہ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ اِن الفاظ میں کیا راز مضمر تھا۔ اِس کے بعد تمام لوگ باہر برآمدہ میں آ بیٹھے۔ چونکہ اندر کثرت سے مستورات آ گئی تھیں۔ اُس وقت جبکہ تمام لوگ آپ کی وفات پر رو رہے تھے۔ اُن میں مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی شامل تھے۔ جو کہ نہایت اضطراب اور بیقراری سے رو رہے تھے۔ اتنے میں حضرت خلیفہ اوّل رض تشریف لے آئے۔ آپنے تمام احباب کو روتے دیکھکر مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب اگر ہم تم اسی طرح روتے رہے۔ تو یاد رکھیں، سب کے سب لوگ ابھی ہلاک ہو جائیں گے۔ اِن میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ آپ اچھا نہیں کر رہے۔ کیا نور الدین کو آپ سے پیار یا محبّت نہیں تھی؟ مولوی صاحب نے کہا۔ اُس وقت جناب آپ صدیق بھی تو تھے۔ کہاں آپ اور کہاں ہم۔ اس کے بعد میں اِس خیال پر کہ ہم اسی رات قادیان چلے جائینگے اپنی اہلیہ کو اپنی کوٹھی سے لینے چلا گیا۔ میرے واپس آنے تک حضور کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا۔ جب میں واپس آیا۔ تو اس وقت بھی پچاس ساٹھ کے قریب اشخاص تھے جنہوں نے ابھی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ لہٰذا ہم نے پھر اکٹھے ہو کر نماز جنازہ ادا کی۔ ان دنوں مَیں چونکہ نواب محمد علی صاحب کے ہاں ملازم تھا۔ اِس لیئے بعض حالات کے ماتحت ہم جنازہ کے ساتھ اس وقت قادیان نہ آ سکے صرف اسٹیشن تک ہی جنازہ کے ساتھ آئے۔ اور پھر واپس چلے گئے۔ لیکن کچھ دنوں بعد ہم بھی قادیان آ گئے۔

حضور کی وفات ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے اوپر کے کمرہ میں ہوئی تھی۔ جب میں اپنی اہلیہ کو ساتھ لیکر واپس آیا۔ تو حضور کی نعش مبارک کو اوپر سے اُتار کر نیچے صحن میں چارپائی پر رکھا ہوا تھا۔ اور دروازہ پر پولیس کا پہرہ تھا۔ جب میں اندر جانے لگا۔ تو پہرہ داروں نے مجھے اندر جانے سے روکا۔ اتنے میں خواجہ کمال الدین صاحب آ گئے۔ انہوں نے جب دیکھا۔ کہ پولیس والے مجھے اندر جانے سے روک رہے ہیں۔ تو آپ نے پولیس والوں کو کہا۔ کہ انہیں مت روکو۔ یہ خاص اپنے آدمی ہیں۔ انہیں جانے دیں۔ میں جب اندر گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور کی نعش مبارک صحن میں چارپائی پر رکھی ہوئی ہے۔ میں دیکھتے ہی پھر رونے لگ پڑا۔ یہ میرے اپنے اختیار کی بات نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک کو آپ کو دیکھتے ہی خود بے اختیار رونا آتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک کو آپ کی جدائی کا ازحد صدمہ تھا۔ اس وقت چاروں طرف سے رونے اور چیخوں کی پکار سنائی دیتی تھی۔ غرضیکہ اس قدر شور تھا۔ کہ ہمارے رونے کی آواز دیواروں اور پتھروں سے ٹکرا کر ایک اور آواز پیدا کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ دیواریں اور پتھر بھی آپ کی جدائی پر ہمارے رونے میں شامل ہیں۔ وہ سماں ایک حشر کا نظارہ دکھا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کی جدائی کے صدمہ میں کئی جانیں ہلاک ہو جائینگی۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تو اندر بھجوا دیا۔ جہاں کہ مستورات کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور میں خود حضور کی چارپائی کے ساتھ اپنا سر لگا کر رونے لگ پڑا۔ اتنے میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بمعہ ایک ہندو بابو صاحب کے آ گئے۔ جب وہ چارپائی کے قریب آئے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا۔ کہ میاں مددخاں۔ یہ بابو صاحب حضور کو دیکھنے کے لیئے آئے ہیں۔ آپ حضور کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھا دیں۔ تا بابو صاحب حضور کا چہرہ انور دیکھ لیں۔ میں نے حضور کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ تو اس ہندو بابو کو حضور کا چہرۂ نورانی دیکھتے ہی رونا آ گیا۔ اور پھر سجدہ میں گر پڑا۔ اور روتے روتے ہی کہنے لگا۔ یہ تو پرماتما ہے۔ یہ منش نہیں ہے۔ ہائے افسوس! میری بدقسمتی نے مجھے اِس درجہ تک پہنچایا۔ کہ میں بدقسمت آپکی زندگی میں آپکا درشن نہ کر سکا۔ یہ میری بدقسمتی تھی۔ کہ میں ہمیشہ تیاریاں ہی کرتا رہا۔ کہ جا کر آپ کا درشن کروں۔ مگر میری بدقسمتی نے مجھ کو راستہ نہ دیا۔ اور آپ کی خدمت میں نہ ہی آنے دیا۔ افسوس! درشن تو ہوا۔ مگر آپ کی زندگی میں نہ ہوا! تو آپنے اپنا چہرہ مبارک تو دکھایا۔ مگر مر کر ہی دکھایا۔ ہائے افسوس! میں کیسا بدقسمت انسان ہوں۔ جب تک وہ سجدہ

میں گرا رہا۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہی کوستا۔ اور ملامت کرتا رہا۔ اور ساتھ ہی کثرت سے آہ وزاری کرتا رہا۔ اُس کی آہ وزاری نے حاضرین کو پھر دوبارہ رُلا دیا۔ اور ایسا رولایا۔ کہ کوئی فرد اُس وقت ایسا نظر نہ آتا تھا۔ جو رو نہ رہا ہو۔ وہ وقت بھی واقعی ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ مجھ کو اس وقت یاد آ گیا۔ جن دنوں پہلے پہل وصیّت کرنیکا حکم ہوا تھا۔ انہیں دنوں حضور نے اپنے گھر میں جہاں اب حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب رہائش رکھتے ہیں۔ اُس کے ایک کرہ میں جہاں کہ کاٹھ کا زینہ لگا ہوا تھا۔ حضور نے اُس کے ذریعہ اوپر سے نیچے تشریف لاکر تقریر فرمائی جسمیں آپ نے فرمایا۔ کہ "مجھ کو خدا کی طرف سے بار بار پیغام آ رہا ہے۔ کہ اب میری وفات کا وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ لیکن اِدھر میں دیکھتا ہوں۔ کہ میری جماعت ابھی بالکل شیرخوار بچے کی طرح ہے۔ جیسے کسی شیرخوار بچے کی ماں مرجاتی ہے، اور وہ شیرخوار بچہ اپنی ماں کو نہ پاکر بلبلاتا اور روتا ہے ویسی حالت اس وقت میری جماعت کی ہے۔ جس کا غم بھی میرے دل میں ہے۔"

(۲)

حضور نہائت ہی شفیق اور مہربان تھے۔ آپ کی شفقت کے متعلق مجھے یاد ہے۔ کہ جن دنوں میں نواب محمد علیخاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ کے ہاں ملازم تھا۔ ایک دفعہ مجھے اپنی اہلیہ سمیت نواب صاحب کے ہمراہ لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ اُن دنوں نواب صاحب کی کوٹھی لاہور کے جیل خانہ کے قریب ہی تھی۔ ہم بھی نواب صاحب کے ہاں اُس کوٹھی میں ٹھہرے ہمارے لاہور میں آنے کے کچھ دن بعد حضور بھی معہ حضرت امّ المومنین لاہور میں تشریف لے آئے۔ اور اپنی رہائش ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب کے مکان پر فرمائی۔ چنانچہ یہی وہ موقعہ تھا جسمیں کہ حضور کا وصال ہو جاتا ہے حضور کے لاہور تشریف لانے پر میری بیوی حضور کے ہاں ملنے چلی گئی۔ اُس کے جانے کے تین چار دن بعد میں کچھ بیمار ہو گیا۔ میری بیماری کی خبر کسی نے حضرت امّ المومنین کی خدمت میں بھی پہنچا دی جس کی اطلاع ملتے ہی حضرت امّ المومنین نے میری بیوی کو میری بیماری کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تو جلدی چلی جا۔ اتنے میں حضور بھی باہر سے اندر تشریف لے آئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اب تو عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ کل ہم جب سیر کے لئے رتھ میں جائینگے تو اس کو (میری بیوی کو) بھی اپنے ساتھ رتھ میں بٹھا کر لیجائینگے اور وہاں اُتار دینگے۔ جس پر حضرت امّ المومنین نے حضور کو فرمایا۔ کہ حضور کلثوم (میری بیوی کا نام) کو ابھی رخصت کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے۔ کہ مدد خاں بیمار ہے۔ اس لئے اسکا ابھی چلے جانا ضروری ہے۔ تب حضور نے اسی وقت میری بیوی کو جانے کی اجازت دیدی۔ اور رتھ کے ساتھ غوث بی بی زوجہ نور محمد صاحب خادم کو اُس کے ہمراہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جاکر کلثوم کو پہنچا آ۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ کلثوم فکر نہ کریں "انشاء اللہ سب ہی خیر ہوگی میں بھی دعا کرونگا۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ رحم کریگا۔ یہ لے خربوزہ جاکر مدد خاں کو دیدینا۔ خدا شفا دے گا۔ وہ خربوزہ میری بیوی نے مجھے آکر دیدیا۔ اور کہا۔ حضور نے یہ خربوزہ آپ کے لئے بھیجا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ کیا حضور نے میرا نام لے کر تم کو یہ خربوزہ دیا تھا؟ جس پر میری بیوی نے کہا۔ کہ ہاں یہ خربوزہ حضور نے آپ کا ہی نام لے کر آپ کے لئے بھیجا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا تھا۔ کہ یہ خربوزہ وہ کھائیں اللہ تعالیٰ انہیں شفا دیگا۔ میں نے وہ خربوزہ اپنی بیوی سے لے کر کھا لیا۔ وہ خربوزہ وزن میں کوئی تین پاؤ کے قریب ہوگا۔ خربوزہ کھاتے ہوئے میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ حضور کا یہ تبرک میں اکیلا ہی تمام کا تمام کھاؤنگا۔ اور کسی کو بھی نہ دونگا۔ اس پر میری بیوی نے کہا۔ کہ حضور نے بھی یہی فرمایا تھا۔ کہ یہ میرا تبرک اپنے میاں کو دینا۔ اور اُن کو کہنا۔ کہ تبرک کھائیں۔ خدا شفا دیگا۔ پھر کہنے لگی۔ کہ ہم نے تو بہت خربوزے کھائے ہیں۔ یہ حضور نے صرف آپ ہی کے لئے دیا ہے۔ میں نے وہ خربوزہ سب کا سب ہی کھا لیا۔ جس کے کھانے پر میری شدید درد سر جاتی رہی اور میری بیماری بھی دور ہو گئی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے پاک بندے اپنے مبارک ہاتھوں میں شفا کا اثر اور دعاؤں میں شرفِ قبولیت رکھتے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ اپنے پاک بندوں سے اتنا راضی ہو جاتا ہے۔ کہ اسکا اپنا آپ اُن کے لئے ہو جاتا ہے جو اس کا پیارا بندہ کہتا ہے۔ وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضور کی مجھ سے اِس شفقت و محبّت سے پتہ ملتا ہے۔ کہ حضور اِس قسم کے شفیق تھے۔ کہ ہر ایک سے اپنے بچوں کی طرح شفقت اور حسن سلوک سے پیش آتے کہ آپ کی نظیر اِس زمانہ میں کہیں نہیں ملتی۔

(۳)

ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینہ میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اِس دفعہ قادیان جاکر روزے رکھوں۔ اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اِن دنوں میں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی۔ کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں۔ تا حضور کے چہرۂ مبارک کا دیدار حاصل کر سکوں۔ اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلی بیعت ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۶ء میں ڈاک کے ذریعہ ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقعہ تھا۔ نیز اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اِس موقعہ پر حضور کا دیدار کیا جاوے۔ شائد اگر میں ملازمت پر چلا گیا۔ تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا موقعہ ملے یا نہ۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا۔ کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں۔ اور حضور کو دیکھ آؤں۔ اور بعدہٗ وہاں سے واپس آکر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ میں قادیان کو جان کر یہاں آیا۔ لیکن جونہی یہاں آکر حضور کے چہرۂ مبارک کا دیدار کیا۔ تو میرے دل میں یک لخت یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے۔ تو بھی آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی۔ جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرۂ مبارک کو دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہو گیا یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہو گیا۔ کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ایک ہزار روپیہ بھی ہو گئی۔ تو کیا ہوگا۔ لیکن تیرے باہر جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئیگا۔ میں نے اِس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا۔ کہ اگر آج یا کل تیری موت آجائے۔ تو حضور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے۔ جس سے تیرا بیڑا بھی پار ہو جائیگا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائیگا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہو گیا۔ کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جاکر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا۔ مگر دل میں یہی خطرہ رہتا۔ کہ کہیں حضور میرے اِس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں۔ کہ یہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اِس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا۔ کہ "آپ نے یہ بہت ہی اچھا رویہ اختیار کر لیا ہے۔ کہ تم مجھے یاد کرتے رہتے ہو۔ جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ اور انشاء اللہ پھر بھی کرتا رہونگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور ہی دین و دنیا میں کامیاب کریگا۔ اور خدا تعالیٰ آپ پر راضی ہو جائیگا۔ اور آپ کی شادی بھی خدا ضرور ہی کرا دیگا۔ آپ مجھ کو یاد دہانی کراتے رہا کریں میں آپ پر بہت خوش ہوں"۔ خاکسار نے حضور کی اِس تحریر کو شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کو دکھایا۔ اور کہا۔ کہ حضور نے آج خاکسار کو یہ تحریر فرمایا ہے۔ اور پھر کہا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ کہ میں نے تو کبھی بھی کسی موقعہ پر حضور کو اپنی شادی کرنے یا کرانے کے بارہ میں اشارۃً تک نہیں کیا۔ اِس پر شیخ صاحب ہنس کر کہنے لگے۔ کہ اب تو تمہاری شادی بہت جلد ہونے والی ہے۔ کیونکہ حضور کا فرمانا خالی نہیں جایا کرتا۔ آپ تیار ہی رہیں خدا شاہد ہے۔ کہ حضور کے اِس فرمانے کے تقریباً دو ماہ کے اندر اندر ہی میری شادی ہو گئی۔ حالانکہ یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ میری شادی بھی ہو جائیگی۔ اِس سے پہلے میری کوئی بھی کسی جگہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ میری دو شادیاں حضور نے ہی کرائی تھیں۔ ورنہ مجھ جیسے پردیسی کو کون پوچھتا تھا۔ یہ محض حضور کی ہی مہربانی اور نظرِ کرم تھی۔ کہ آپ کے طفیل میری شادیاں ہوئیں ــــ کہاں میں اور کہاں یہ عمل۔

(۴)

حضور حد درجہ رحیم و کریم تھے۔ کئی بار دیکھا گیا۔ کہ جب کبھی بھی میرے پر کسی قسم کی رنجیدگی پیدا ہوئی۔ یا تفکّرات نے غلبہ کیا۔ تو حضور کے پاس چلے جانے اور حضور

کا نورانی چہرہ دیکھ کر میرے تمام رنج و غم اور تفکرات دور ہو جاتے اور اُن کی بجائے دل و دماغ میں بشاشت پیدا ہو جاتی۔ اِسلئے یہ بات مشہور ہے۔ کہ سنگِ پارس کے ساتھ جو چیز لگ جائے۔ وہ سونا ہو جاتی ہے۔ سنگِ پارس کا یوں تو اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔ بلکہ عقلاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ "پارس" پارسا کا مخفف کردہ ہے۔ پارسا اصل میں خدا ہی کے نبی اور پیارے بندے ہوتے ہیں جو بھی اُن کے ساتھ لگا۔ یعنی اُن کے پاس بیٹھا۔ وہ بھی خدا کا نیک اور پارسا بندہ ہو گیا۔ اِس مفہوم کو ادا کرتے ہوئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

جو بُروں کے پاس بیٹھیگا بُرا ہو جائیگا!
نیک ہونے کیلئے نیکوں کی صحبت چاہیئے

ذیل کا شعر بھی اِسی لئے کسی نے اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے۔ جس سے کہ مذکورہ مطلب ادا ہوتا ہے ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(۵)

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کرم الدین والے مقدمہ میں حضور کو بھی پیشی پر جانا پڑا حضور کے ساتھ میں بھی وہاں گیا۔ جب عدالت میں حضور پیش ہوئے۔ تو چندو لال نامی مجسٹریٹ نے حضور سے سوال کیا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کو میرے بارہ میں کوئی الہام ہوا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ حضور نے جواباً فرمایا:۔ کہ "ابھی تک تو مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے بارہ میں کوئی بھی الہام نہیں ہوا۔ مجھ کو تو جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کے بارہ میں یا کسی قسم کا الہام ہوتا ہے۔ تو میں اس کو اخبار میں شائع کرا دیا کرتا ہوں۔ وہ اسلئے کیونکہ میرا خدا کہتا ہے۔ کہ اس کو شائع کر دے جسپر میں اُسے شائع کر دیا کرتا ہوں۔ اسمیں میرا کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی میرا واسطہ اور منصوبہ ہوتا ہے۔ مجھکو میرا خدا الہام میں کہدیتا ہے۔ کہ یہ الہام سب کو سُنا دے۔ اور شائع کر دے۔ جسپر میں اپنے خدا کے حکم کی تعمیل کر دیتا ہوں۔ الہام کو پورا کرنا اُس کا اپنا کام ہے۔" چندو لال مجسٹریٹ نے دوبارہ کہا۔ کہ میں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کو میرے بارہ میں الہام ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ "چونکہ آپ کے پاس ہمارا مقدمہ چل رہا ہے۔ اِس لئے مخالف فریق نے آپ کو کہہ دیا ہوگا۔ کہ مجھے آپ کے متعلق الہام ہوا ہے۔ لیکن مجھے آپ پر کسی قسم کا گلہ نہیں۔ آپ عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آپ جو چاہے فیصلہ کریں۔ یہ لازمی امر ہے۔ کہ مقدمہ میں اگر فیصلہ کسی کے موافق ہوتا ہے۔ تو دوسرے کے مخالف ہوگا۔" تب مجسٹریٹ نے پھر کہا۔ کہ میں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کو میرے بارہ میں کوئی الہام ہوا ہے۔ حضور نے پھر جواب میں فرمایا۔ کہ:۔ "ابھی تک آپ کے بارہ میں مجھکو خدا کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔"

(۶)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ ۱۹۰۳ء میں جبکہ کرم الدین کے ساتھ مقدمہ تھا۔ گورداسپور میں چندو لال کی عدالت میں اپنی طرف سے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ اور کرم الدین کی طرف سے مولراج و نبی بخش وکیل تھے۔ قادیان سے خاکسار، سید احمد نور صاحب اور حافظ حامد علی صاحب گدّے پر کتابیں لے کر گورداسپور پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانی والے بہت ہی بگڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو اتنی گھبراہٹ کیوں ہے؟ فرمایا:۔ بھائی صاحب مجھ کو اِس واسطے گھبراہٹ ہے۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ یہاں یہ مشورہ کیا گیا ہے۔ کہ حضور کو ضرور ہی حوالات میں دیا جائے۔ چاہے پانچ منٹ کے واسطے ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ضرور ہی آپ کو حوالات میں دیا جائے۔ چندو لال نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے مجھکو یہ خبر ایک بڑے افسر نے دی ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا۔ کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں اور کیا کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ کوئی ثواب کا کام کرے۔ حضور کو یہ پیغام پہنچا دے۔ کہ آپ گورداسپور نہ آئیں۔ بیماری کا سرٹیفکیٹ لے لیں۔ اگر سو روپیہ بھی خرچنا پڑے تو خرچ دیں۔ میں خود ادا کر دونگا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا۔ کہ کیا حضور جھوٹے سرٹیفکیٹ لیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ بھائی صاحب اگر کسی نے ثواب لینا ہے تو لے۔ میں نے کہا۔ کہ کیا اِسی وقت کوئی جلے؟ کہا۔ ہاں! اِس کے بعد میں نے کہا۔ آپ مجھ کو لالٹین (لمپ) دے دیں۔ میں ابھی رات رات ہی چلا جاونگا۔ ڈاکٹر صاحب نے اُس وقت لالٹین دی۔ میں اُسی وقت گورداسپور سے قادیان کو روانہ ہوا۔ جب میں شہر کے باہر سڑک پر پہنچا۔ دو آدمی میری امداد کے واسطے آئے۔ ایک تو شیخ حامد علی صاحب تھے دوسرے منشی عبد الغنی صاحب سیکرٹری اوجلہ کا بھائی غالباً اُسکا نام عبد المجید تھا۔ جو فوت شدہ ہیں۔ غرضیکہ ہم تینوں قادیان پہنچے۔ قریباً دو بجے۔ مسجد مبارک میں جو کھڑکی اندر کی طرف ہے جسمیں سے حضور نماز کے واسطے آیا کرتے تھے۔ دادی دادی کر کے میں آوازیں دینے لگا۔ اتنے میں حضور خود ہی تشریف لے آئے۔ ہم نے السّلام علیکم عرض کیا۔ بعد سلام کے آپ نے فرمایا۔ (میری ہی طرف مخاطب ہو کر) کہ آپ تو کتابوں کے ساتھ گورداسپور گئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور درست ہے۔ گیا تو کتابوں کے ساتھ تھا مگر جب ہم گورداسپور پہنچے۔ تو شام کا وقت ہو گیا تھا۔ دیکھا تو ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب کی بہت ہی بُری حالت اور گھبراہٹ تھی۔ اِس واسطے حضور میں واپس آ گیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب سے سنکر میرا دل بھی گھبرایا اور رنج ہوا۔ صرف حضور کو یہ خبر دینے کے واسطے ہم تینوں آئے ہیں۔ حضور نے یہ ماجرا جب میری زبانی سُنا۔ تو فرمایا۔ "جکروں کی بیماری تو مجھے پہلے ہی ہے۔ اور سرٹیفکیٹ لینے کا ارادہ تو میرا پہلے ہی تھا۔ مگر اب تو میں گورداسپور جا کر ہی سرٹیفکیٹ حاصل کرونگا۔" آپ نے اندر سے میرے واسطے رضائی منگوائی۔ جب رضائی آئی تو فرمایا۔ کہ تم سو جاؤ۔ تم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ "دیکھو میاں مدد خاں! قلم اُس بانیئے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ قلم تو میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کوئی بھی غم دل میں نہ رکھیں۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ انشاءاللہ کل گورداسپور ضرور ہی جاؤنگا۔ اور وہاں جا کر ہی سرٹیفکیٹ حاصل کرونگا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جائیں۔" مجھے سُلا کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرے دل میں بہت ہی خوشی ہوئی۔ آپ کے الفاظ نے مجھے بہت ہی بے فکر کر دیا۔ کہ اس بانیئے کے ہاتھ میں قلم نہیں ہے۔ قلم تو میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جائیں۔ میں ایسا مست ہو کر سویا۔ کہ دن کے بارہ بجے کے قریب میری آنکھ کھلی، وہ بھی میاں نجم الدین کی آواز دینے پر، کہ کوئی روٹی کھانیوالا ہو تو آ کر روٹی کھا لے۔ نجم الدین صاحب مرحوم آوازیں دیتے تھے۔ یہ آواز میرے کان میں بھی پڑ گئی۔ میں فوراً اُٹھا اور پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ میاں نجم الدین صاحب کہنے لگے۔ کہ بندۂ خدا تو کہاں تھا؟ کہا کہ میں تو اِسی مسجد میں سویا ہوا تھا۔ مجھ کو تو نماز کی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ کب پڑھی گئی۔ جاگ ہی نہیں آئی۔ آپ کی آواز پر مجھ کو جاگ آئی ہے۔ مجھ کو چلتا پھرتا کوئی نظر نہیں آتا۔ اب میں حیران ہوں۔ کہ میں کب سویا تھا۔ آیا نماز بھی پڑھی یا نہیں۔ مجھے تو کوئی خبر نہیں۔ آیا حضور چلے گئے ہیں یا نہیں۔ نجم الدین صاحب نے فرمایا حضور نے تو گورداسپور پہنچ کر کھانا بھی کھا لیا ہوگا۔ میرے خیال میں تو حضور دس بجے ہی گورداسپور پہنچ گئے ہوں گے، اب تو اذان کا وقت قریب ہے۔ اب تک تو سوتا ہی رہا۔ اتنے میں کسی دوست نے کہا۔ کہ حضور نے تو تمہارے واسطے یہ تاکید کی تھی۔ کہ اس کو یکّہ پر بٹھا کر لے آنا۔ یہ پیدل نہ آئے اس کو تکلیف ہوگی۔ اُسوقت چوہدری اللہ داد صاحب اور شاید شیخ یعقوب علی صاحب نے یہ ذمہ لیا تھا۔ کہ ہم ضرور اسے یکّہ پر بٹھا کر لے آئیں گے۔ مجھے یہ خبر نہیں۔ کہ یہ کس نے کہا تھا کہ حضور نے ایسا فرمایا ہو کہ اسے یکّہ پر بٹھا کر لے آنا۔ مجھ کو میاں نجم الدین صاحب کہنے لگے۔ کہ خیر کوئی بات نہیں آپ پہلے روٹی تو کھائیں۔ پھر گورداسپور چلے جانا۔ اتنے میں مولوی عبد الکریم صاحب بھی آ گئے۔ فرمانے لگے۔ کہ کیا بات ہے؟ نجم الدین صاحب نے سب ماجرا سُنایا۔ مولوی صاحب میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ دیکھو میاں مدد خاں! میں خوب جانتا ہوں تمہاری حالت کو۔ کہ تم کشمیر کے رہنے والے ہو۔ تم محنت کے آدمی نہیں ہو۔ تمہارے گاؤں باڑی پورہ میں تم لوگ زیادہ تر چاول ہی کھاتے رہتے ہو۔ تم نازک آدمی ہو۔ تم بیمار ہو جاؤگے یہ کشمیر نہیں ہے۔ یہ تو پنجاب ہے۔ اکثر یہاں پر بخار ہو جاتا ہے۔ تھکان کی وجہ سے کہیں بخار ہی نہ چھیڑ بیٹھنا گورداسپور جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے تو ثواب ہی لینا ہے۔ آپ یہاں پر ہی حضور کے گھروں کی نگرانی کریں پہرے دیں۔ کل پرسوں تک حضور بھی آ جائیں گے۔ جاؤ روٹی کھاؤ۔ میں آپ کو ہمدردی کے ساتھ کہتا ہوں۔ آپ یاد رکھیں۔ اگر آپ چلے گئے۔ تو تھکان سے ضرور بیمار ہو جاؤگے پھر تکلیف ہوگی۔ ایک آدمی کو مقرر کر دیا۔ تاکہ میں گورداسپور نہ جا سکوں۔ میاں نجم الدین صاحب نے کہا۔ کہ اب تو چھوڑو روٹی کھاؤ۔ میں لنگر خانے میں جا کر روٹی کھانے لگا۔ وہی آدمی جو میرے پر مقرر کیا گیا تھا۔ اُسے میں نے کہا۔

اذان ہوگئی ہے۔ آپ جائیں۔ وضو کرکے مسجد میں جائیں۔ وہ بھی خاکسار کی طرح کوئی پردیسی مسافر ہی تھا۔ وہ چلا گیا۔ اور میں نے گورداسپور کا راستہ لیا۔ مگر تھکان کی وجہ سے مجھ سے چلا نہ جاتا۔ بدن پتھر کی طرح ہوگیا تھا۔ بہت سخت تھکان تھی۔ نیند بھی غالب ہوئی۔ بہر حال جبکہ میں تبٹر پہنچا۔ تو سخت افسوس ہوا۔ کہ میں نے سخت غلطی کی۔ مولوی صاحب کا کہنا نہ مانا۔ انہوں نے تو مجھے جانے سے بند کیا تھا۔ اب وہاں سے واپس ہونا بھی ٹھیک نہ سمجھا۔ مگر بدن تھکان کی وجہ سے بخار سا محسوس کر رہا تھا۔ دل سے دعا نکلتی تھی۔ کہ یا اللہ کسی نہ کسی طرح میں وہاں ڈیرے تک پہنچ جاؤں۔ اور کسی جگہ لیٹ جاؤں۔ نہ کسی کے ساتھ بولوں نہ میرے ساتھ کوئی بولے۔ اگر کوئی میرے ساتھ مل جائے۔ تو کیا ہی اچھی بات ہے۔ اگر ایک پیالی چائے کی مل جائے۔ تو شائد میرے بدن میں کوئی تھکان نہ رہے۔ نیند کا سخت غلبہ تھا۔ غرضیکہ شام کی نماز پڑھ چکے تھے۔ کہ میں مکان تک پہنچا جہاں پر حضور ٹھہرے ہوئے تھے۔ دروازے کے اندر ابھی داخل ہی ہوا تھا۔ کہ میرے کان میں یہ آواز آئی۔ کہ کیا مدد خاں کو کوئی بھی یکہ پر بٹھا کر لے آیا تھا یا نہیں۔ یہ آواز میرے کان میں بھی آگئی۔ جیسا کہ کوئی سویا ہوا جاگ اٹھتا ہے۔ اسی طرح میں بھی یہ آواز سنکر جاگ اُٹھا۔ جب میں صحن میں پہنچا۔ تو کسی دوست نے آواز دی۔ کہ حضور مدد خاں آگیا ہے۔ میں نے بھی حضور کو سلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے جھٹ اپنا دست مبارک آگے کیا۔ میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمانے لگے "جزاک اللہ! یہ بہت ہی بڑے بہادر ہیں۔ یہ ان کا تیسرا چکر ہے۔" حضور نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں یہاں تک پکڑے رکھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ گویا میں گورداسپور سے کبھی قادیان گیا ہی نہیں۔ یا تو میری حالت نیند اور تھکان سے سخت مضطرب ہو رہی تھی۔ کہ کسی کے ساتھ بولنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔ اور بدن میں بخار سا ہو رہا تھا۔ مگر خدا کی شان! خدا کے مرسل نے اس خاکسار کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ جب تک کہ میں نے محسوس نہ کیا۔ کہ میری تھکان بالکل اُتر گئی ہے۔ چند منٹ پہلے میں مردہ تھا حضور کا دستِ مبارک میرے ہاتھ کو لگتے ہی میری کوفت اُتر گئی۔ تھکان دور ہوگئی۔ بدن ہلکا پھلکا ہوگیا۔ کہ کوئی بھی تکلیف باقی نہ رہی۔ یہ کیا بات ہے۔ یہ تو حضور ہی کی کوئی کرامت ہے۔ مجھ کو اس وقت یہ خیال ہوا۔ کہ مان لیا کہ بھوک اور پیاس کسی خوشی سے دور ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ کوفت اور تھکان اور نیند کا غلبہ حضور کے دستِ مبارک کے چھونے سے دُور ہوگئے۔ یہ حضور ہی کی کرامت نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ مجھ مردہ میں گویا رُوح آگئی۔ حضور نے میرا ہاتھ نہیں چھوڑا جب تک کہ ہر قسم کی تکلیف خاکسار کی دُور نہ ہوگئی۔ اس سے پیشتر میرا جسم پتھر تھا۔ ہلنا دشوار تھا۔ میرے خیال میں مردہ کو زندہ کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ گویا میں گورداسپور سے قادیان گیا ہی نہیں حضور نے حکم دیا۔ کہ کھانا لاؤ۔ خاکسار کو بھی حضور نے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ میں نے حضور کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ حضور کی مہربانی اور خاص شفقت تھی۔ اس سے پہلے جب میں آیا ہی تھا۔ میرا دل یہ چاہتا تھا۔ کہ حضور کے ساتھ واقفیت کسی طرح پیدا ہونی ضروری ہے۔ یعنی میرا نام حضور کی زبانِ مبارک پر چڑھ جائے۔ تو بہت ہی بڑی خوش قسمتی ہو۔ اس کے واسطے کیا ذریعہ ہونا چاہیئے۔ چونکہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی۔ جس کے سبب میں حضور کے ساتھ واقفیت پیدا کر سکتا۔ صرف غرض یہ تھی۔ کہ اگر حضور میرا نام لینگے تو خاکسار کی دین و دنیا کی کامیابی کے واسطے کبھی دعا بھی فرمائیں گے۔ اور خدا راضی ہو جائیگا۔ آخر کار دل نے یہ ذریعہ سوچا۔ کہ جو چوہڑا حضور کا پاخانہ صاف کیا کرتا ہے۔ اُس کے ساتھ سمجھوتا کرونگا۔ کہ پاخانہ کا برتن میں خود پاخانے سے نکال کر چوہڑے کو دیدیا کرونگا۔ یا میں خود ہی برتن صاف کرکے پاخانہ میں رکھ دیا کرونگا۔ اس ارادہ کے ساتھ دل پختہ ہوگیا۔ کہ یہی کام ٹھیک ہے۔ جب میں نے معلوم کیا۔ کہ پاخانہ کہاں ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اندر کی طرف ہی ہے۔ چنانچہ میری بنی بنائی ہوئی یہ عمارت بھی نہ رہی۔

اُس وقت میں نے اپنے آپ کو خود ہی مخاطب کرکے کہا۔ کہ تُو تو پاخانہ اٹھانے کے لائق بھی نہ تھا۔ بہت ہی نادم ہوا۔ اپنے آپ کو بہت ہی ملامت کی۔ مگر میرے خدا نے میرے واسطے ایسا سامان واقفیت پیدا کر دیا۔ جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ حضور جب گورداسپور جایا کرتے تھے۔ تو آپ کی غیر حاضری میں پہرہ لگ جاتا۔ بہت سے دوست خود ہی پہرہ دینے کے واسطے آیا کرتے۔ مثلاً چوہدری فتح محمد صاحب، منشی برکت علی صاحب، اور بھی اسی طرح پندرہ بیس آدمی پہرہ دیا کرتے۔ اور یہ پہرہ حضور کی واپسی تک ہوتا۔ حضور گورداسپور سے رات کو واپس آجاتے۔ چونکہ سب میں سے ایک میں ہی پردیسی تھا۔ یہ سب اکٹھے ہی اِدھر اُدھر چکر لگاتے تھے۔ اور مجھ کو یہ جو چھتی ہوئی گلی ہے جس کے اوپر مسجد مبارک ہے اُس گلی میں مجھ کو کھڑا کر جاتے تھے۔ یکے بعد دیگرے یہ سب ہی چکر لگانے کے واسطے چلے گئے۔ صرف میں ہی اُس گلی میں کھڑا تھا۔ حضور تشریف لے آئے۔ اور بھی خدام حضور کے ہمراہ تھے۔ میں نے حضور کو جھٹ السلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے پہلے ہی السلام علیکم کہہ دیا تھا۔ جب میں نے سلام کیا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا۔ "یہ کون صاحب ہیں۔ اکیلے ہی وہ پہرہ دے رہے ہیں۔" اتنا مجھ کو یاد ہے۔ حضرت مفتی صاحب مفتی محمد صادق صاحب نے کہا۔ کہ حضور اس کا نام مدد خاں ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ یہ کشمیر سے آئے ہیں۔ راجہ عطا محمد خاں صاحب کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ حضور نے فرمایا "اچھا! اچھا! جزاک اللہ! جزاک اللہ!" حضور اوپر تشریف لے گئے۔ اور میں بھی اپنی جگہ پر آکر سو گیا۔ اس طرح تین بار حضور سے موقعہ ملا۔ خدا کے فضل و کرم سے حضور کی زبانِ مبارک پر میرا نام خوب ہی اچھی طرح چڑھ گیا۔ اور مجھ کو کئی بار نام لے کر بلایا۔ خدا نے میری آرزو کو اس طرح پورا کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

# "الحکم" کا یہ نمبر کیوں لیٹ نکل رہا ہے

"الحکم" کا یہ نمبر جو ۱۶ صفحات پر ہے۔ اور تین نمبروں کا مجموعہ ہے ۱۴ مارچ کی بجائے ۲۸ مارچ کو شائع ہو رہا ہے۔ ممکن ہے احباب اسکی ذمہ واری دفتر الحکم پر ڈالیں۔ مگر میں صاف الفاظ میں یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس کی ذمہ واری دفتر الحکم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ دفتر الحکم نے اس نمبر کی تیاری کا ۱۴ مارچ سے قبل انتظام کر لیا تھا۔ اور اس سے قبل شروع مارچ میں پچاس وی۔ پی برائے وصولی قیمت ارسال کیے۔ وصولیوں کیلئے قبل از وقت کارڈ لکھے گئے مگر افسوس ہے۔ کہ سوائے دو وی پیوں کے ایک بھی وصول نہیں ہوا۔ بعض نے نہایت صفائی سے یہ لکھ دیا کہ مکتوب الیہ لینے سے انکاری ہے۔ اور بعض نے امانت رکھوا کر ہمیں امیدو انتظار کا لطف دیکر پھر اُن وی۔ پیوں کو وصول نہ کیا اور not claimed ڈاکخانہ سے لکھوا کر بھجوا دیا۔ اگر یہ احباب بھی صاف الفاظ میں لکھ دیتے کہ ہم نہیں لینگے۔ تو ہم نے وی۔ پیوں کے بھیجنے کا انتظام کر دیتے۔ مگر اسی امید نے کہ جو وی۔ پی ابتک نہیں آئے وہ ضرور وصول ہونگے ہم نے جدید وی۔ پی نہ کئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک ایک کرکے سب وی۔ پی واپس ہوگئے۔ اور ہمارے ہاتھ میں کوئی روپیہ نہ رہا جس سے ہم اخبار کی طباعت کا اہتمام کرتے۔

پھر ہم نے اُن احباب میں سے جو قیمت نہ دینے کی بجائے وی۔ پی رد کرنے کے عادی ہیں۔ اور جن کے قلب کو نہ کوئی اپیل متاثر کر سکتی ہے۔ اور نہ اُن کی دینداری اُن کو مجبور کرتی ہے۔ جوابی کارڈ لکھے تو سوائے ایک دوست کے باقی سب نے اُن کارڈوں کو بھی ہضم کر لیا۔

## میں ان حالات سے کیا سمجھوں!

اب میرے سامنے تو حیران کن معمہ ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق میں خیال کروں کیا وہ "الحکم" کی بیقدری اس لئے کر رہے ہیں۔ کہ یہ اخبار ذکرِ حبیب کی مجلسوں کا حامل ہے۔ اور ہم سب کے پیارے سید و مولیٰ کی خلوت و جلوت کے تذکرے، اس کے مکتوبات اور ملفوظات انہی کے رسم الخط میں، صحابہ مسیح موعودؑ کے تذکرے شائع کرتا ہے۔ اسلئے وہ اس قابل تصور کر لیا گیا ہے۔ کہ اسکی قیمت کو ادا نہ کیا جائے افسوس! اور یا پھر میں یہ سمجھ لوں کہ احباب کا عملی فیصلہ یہ ہے کہ "الحکم" کو بند کر دیا جائے۔ اگر احباب یہ خیال کرتے ہیں کہ "الحکم" کو بند کر دیا جائے۔ تو اُن کو چاہیئے۔ کہ وہ بذریعہ خطوط صاف الفاظ میں لکھ دیں۔ کہ جو کام "الحکم" کر رہا ہے۔ اسکی اب ضرورت نہیں رہی۔ اسے بند کر دیا جائے۔ پھر میں سمجھتا ہوں۔ آپکے منشا کی تکمیل زیادہ آسان ہو سکیگی۔ مگر یہ طریق کہ اخبار وصول کر لیا جاتا ہے۔ قیمت ادا کرنے سے انکار بھی نہیں کیا جاتا۔ ادا بھی نہیں کی جاتی۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسکے اظہار کرتے ہوئے میرے دل میں ایک درد پیدا ہوتا ہے۔۔۔

ذکریٰ

# ۱۴ مارچ کے عظیم الشان دن کی یاد میں

مجلس انصار خلافت نے ۱۳ اور ۱۴ مارچ کی شب میں دو عظیم الشان جلسے مسجد اقصیٰ اور مسجد نور میں منعقد کئے۔ یہ جلسے اس عظیم الشان انقلاب کی تاریخ کو بیان کرنے کے لئے کئے گئے۔ جو خلافت اولیٰ کی وفات کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں نمودار ہؤا۔ یعنی باغیان خلافت جو خلافت اولیٰ میں اندر ہی اندر جراثیم قاتلہ کی طرح پرورش پا رہے تھے یکدم سلسلہ عالیہ پر حملہ آور ہوئے۔ مگر بطل رب جلیل اور مصلح موعود کے ظہور نے ان کو یکدم اپنی قوت قدسی سے سلسلہ کی مضبوط و مستحکم دیواروں سے دور پھینک دیا۔ اور وہ جراثیم جو اندھیرے میں کام کر رہے تھے۔ دنیا کو آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ یہ وہ پہلا دن تھا۔ جبکہ منافقت کی جڑ پر تبر رکھا گیا۔ اور اسلام کا نیر بیضا پوری چمک سے دنیا کو نظر آیا۔ اس خلیفہ کے ظہور نے جو جلال و جمال کے حلوں میں ملبوس اپنی آمد سے اپنے وجود کے اندر اور باہر زمین و آسمان میں۔ ملکوں اور قوموں میں سینکڑوں پیشگوئیوں کو پورا کر دیا۔ اور آپ کے زمانے میں سلسلہ کی سچائی کی اسقدر آیات ظہور پذیر ہوئیں کہ دیکھنے والوں کا ایمان کامل ہو گیا۔

## پس ۱۴ مارچ

کا دن سلسلہ کی تاریخ میں ایک بہت بڑے انقلاب۔ اور عظیم الشان فتوحات کے آغاز کا دن تھا۔ اسی لئے الحکم اس دن کی یاد کے طور پر حضرت نانا جان میر ناصر نواب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک مکتوب گرامی جو آپ نے خواجہ کمال دین صاحب کے نام لکھا۔ اور جس میں حضرت فضل عمر کی سچائی اور آپ کی کامیابیوں پر سیر کن بحث کی ہے اور لاہوری فرقہ کی ناکامی کی آپ نے فراست مومنانہ سے پیشگوئی کی ہے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب خواجہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مضمون اس عاجز کی نظر سے گزرا جس میں آپ نے ہمارے خلیفہ کو دل کھول کر بُرا بھلا کہا ہے۔ اور سخت سے سخت الزام لگائے ہیں جو آپ کی پرہیز گاری اور شرافت اور محبت مسیح پر دال ہیں۔ نیز ساری جماعت کو پیر پرست وغیرہ مکروہ اور ناشائستہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرہیزگاری لنڈن سے واپسی پر بسبب جھٹکہ کھانے کے زیادہ بڑھ گئی ہے اور مفتی صاحب پر جو گولہ باری آپ نے فرمائی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر آتش حسد آپ کے دل میں بھڑک رہی ہے اور کس قدر عناد آپ کو ہمارے خلیفہ اور اہلبیت مسیح سے ہے اور کتنا تکبر لارڈ ہیڈلے کے ساتھ تصویر دیکھ کر آپ میں پیدا ہو گیا ہے۔ بندۂ خدا تم کو شرم نہیں آتی۔ خلیفہ اول پر تم نے حملہ کئے اور سخت شکست کھا کر توبہ کی۔ مکرر بیعت کی۔ پھر بیہودگی شروع کی اور سزا پائی۔ پھر بیعت کی اور مکرر تمہارے ایک رفیق نے گستاخانہ خط لکھا۔ اور جماعت سے خارج کر دینے کی دھمکی سے ڈر کر تیسری دفعہ بیعت کی۔ اور ہمیشہ نفاق سے کام لیتے رہے اور اندر اندر اپنے حامی اور مددگار بناتے رہے اور جماعت میں تفرقہ ڈالتے رہے۔ اور خلیفہ ثانی سے تو علانیہ عداوت تمہیں تھی۔ اور پانچوں ملکر زور آزمائی فرماتے رہے۔ تمہارے اتفاق نے جماعت میں نااتفاقی پیدا کی۔ کاش تم نہ ہوتے تو یہ فساد بھی نہ ہوتا تم مالک بننا چاہتے تھے۔ مگر خدا تعالےٰ نے نہ چاہا۔ اب کھسیانے ہو کر گالیاں دیتے ہو۔ اور اپنے کرتوتوں کو ہمارے سر تھوپتے ہو۔ اگر مفتی صاحب نے تمہیں یہودا اسکریوطی کہا تو یہ ان کی غلطی ہے میں تمہیں یہودا نہیں کہتا۔ بلکہ پولوس کہتا ہوں۔ اور وہ بھی پولوس نہیں بلکہ اس کا ناقص ظل ناقص بروز ہو۔ اور مجازی پولوس جو گھٹیا پولوس ہو۔ کیونکہ اس نے حضرت مسیح کا مطیع و بندہ ہوکر ایک بر اعظم کو نبا دیا۔ اور تم نے ایک شخص سے بھی اپنے مسیح کو نہیں منوایا۔ بلکہ یورپ میں مسیح کا نام لینا بھی تمہارے نزدیک حرام ہے۔ یورپ میں تم نے ایک بھی احمدی نہیں بنایا۔ ہاں روپیہ بہت کما لیا۔ اس سے معلوم ہؤا کہ سچے اسلام کو تم منوانے نہیں گئے جس میں مسیح کا منوانا ضروری ہے بلکہ روپیہ کمانے گئے۔ اور یہاں سے بھی کئی ہزار روپیہ ایک احمدی سے لے گئے تھے۔ اور وہاں بھی مسیح سے بے وفائی کر کے روپیہ کماتے رہے۔ ایک بھی سچا مسلمان تم نے کبھی نہیں بنایا۔ نہ ہندوستان میں نہ انگلستان میں۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ کے انتقال پر تمہارے احباب نے تمہاری صلاح سے غدر برپا کیا چونکہ خود خلیفہ بننے کی امید نہیں تھی۔ لہٰذا خلافت سے انکار کر دیا۔ اور دو ہزار آدمی جن میں ہر قسم کے لوگ تھے وہ تو قابل مشورہ نہ سمجھے گئے۔ اور جب قوم نے بیعت کی تو دس پانچ تمہارے یار جدا ہو گئے۔ اور قادیان جس کو مسیح نے مرکز اور دار الخلافہ ٹھہرایا تھا۔ اس سے گریز کر کے لاہور کو مدینۃ المسیح بنا لیا۔ اور پچاس ساٹھ یا بغایت درجہ ستر آدمیوں کے مشورہ کو دو ہزار کے مشورہ پر ترجیح دی۔ اور اپنی جماعت میں غیر احمدیوں کو شامل کر لیا۔ اور روپیہ احمدیوں اور غیر احمدیوں سے وصول کرنے کا حیلہ نکالا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے کامیابی نصیب نہ کی۔ پھر اسقدر گندے اتہام خلیفہ ثانی اور قادیانی جماعت پر گھڑنے شروع کئے کہ الاماں والحفیظ مگر دن بدن تمہارے گمراہ کئے ہوئے لوگ اسطرف آتے گئے۔ اور تمہاری طرف باوجود ہزاروں چالوں کوئی نہ گیا۔ ورنہ آپ بتائیں۔ کہ اس ڈیڑھ سال میں تمہارے تین خلفاء کے ہاتھوں پر کس قدر نئے مریدوں نے بیعت کی۔ میرے خیال میں پچاس آدمیوں نے بھی بیعت نہیں کی۔ اور اسطرف کم از کم اس عرصہ میں پانچ ہزار آدمیوں نے بیعت کی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی امداد کا ثبوت ہے کہ اس کی مدد ہمارے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں۔ تم غیر احمدیوں کو بھائی مسلمان لکھتے ہو۔ اور ہم انہیں مومن مسلمان نہیں کہتے۔ پھر بھی تمہاری طرف سو نہیں آئے۔ اور ہماری طرف پانچ ہزار آ گئے۔ تم بہکاتے ہی رہے مگر تمہاری کچھ پیش نہیں گئی۔ پھر بھی تمہیں خیال پیدا نہیں ہوتا کہ یہ ہوتا کیا ہے کہ حق پر تم ہو اور تائید ہماری ہوتی ہے

غیر احمدی مسیح سے لڑ کر تھک گئے۔ اور تم خلیفۃ المسیح سے تھک کر آخر کو بیٹھ رہو گے۔ کوئی دن زور آزمائی کر لو۔ آخر ایک دن ایسا آئے گا کہ حق کھل جائے گا۔ لیکن اسوقت بھی تمہیں شاید ہدایت نہ ہو۔ کیونکہ تم اول منکر ہوئے ہو۔ اور جان بوجھ کر ہوئے ہو۔ تمہیں دھوکہ نہیں لگا۔ بلکہ تم جہان کو دھوکہ دے کر اس طرف سے پھیرنا چاہتے ہو۔ آپ نے صریح حضرت مسیح و مہدی کی مخالفت پر کمر باندھی ہے۔ اور ان کی وحی کا انکار کیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

یعنے سلسلہ احمدیہ کی یہ بنیاد ہیں۔ تم ایمان سے کہو کہ تم اس بنیاد کو اکھیڑنا چاہتے ہو یا قائم کرنا۔ بے شک تم اس سلسلہ کی بنیاد کو اکھیڑنا چاہتے ہو۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس بنیاد کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ تم اللہ سے لڑ رہے ہو۔ جس قدر تم میں زور ہے اس سے لڑو۔ آخر پچھڑو گے اور بری طرح پچھڑو گے۔ ایسے پچھڑو گے کہ ہڈیاں پسلیاں چور چور ہو جاویں گی ہمیں تم جسقدر چاہو گالیاں دے لو۔ اور اپنے معتقدین سے دلواؤ۔ مگر ہم نصیحت سے باز نہیں رہ سکتے۔

یہ بھی حضرت مسیح و مہدیؑ کی وحی ہے

اجیب کل دعائک الا فی شرکائک

پھر آمین کے اشعار ملاحظہ ہوں کہ کس قدر زور شور سے اور عاجزانہ لہجے میں حضرت نے اپنی تمام اولاد کے لئے خصوصاً محمود احمد خلیفہ ثانی کے لئے دعائیں کی ہیں جن کو پڑھ کر

سونا آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کس قدر سوز اور درد سے دعائیں کی گئیں ہیں جس میں قبولیت کے آثار ہویدا ہیں۔ وہ ذیل کے اشعار ہیں۔ شاید خواجہ صاحب آپ نے پہلے نہ پڑھے ہوں۔ تو اب محمودؓ کی اور بشیرؓ و شریفؓ کی آمین کسی سے مانگ کر آپ ایک دفعہ ضرور پڑھ لیں۔ شاید آپ کو نفع ہو۔ اور آپ سمجھ جائیں۔ ورنہ آپ پہ حجت پوری ہو جائے۔ ہم ان اشعار کو اس تحریر میں نقل کرتے ہیں۔ مگر بدگمانی کے سبب سے اسے آپ صحیح نہ سمجھیں تو اصل سے مطابق کر لیں۔ کم از کم آپ کا علم بڑھے گا۔ اور اگر تحقیق حق کے لئے یہ محنت گوارا کرو گے تو حق کو پا بھی لو گے۔ اگر تم نے توجہ نہ کی تو خدا کے مواخذہ میں گرفتار ہو گے۔ اور یوم الحساب میں پچھتاؤ گے۔ جہاں یہ چند روزہ دوست چھڑا نہ سکیں گے خدا سے رسولؐ سے مسیحؑ سے مر کر شرمندہ ہو گے۔ خیر۔

## محمودؓ کی آمین

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو!
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمدؓ تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے
کر دور ان سے یا رب دنیا کے سارے دھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میری جاں کے جانی اے شاہ جاودانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے ان کو رکھیو میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیٔ جہاں ہوں ہوویں یہ نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں!
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

## بشیر احمدؓ و شریف احمدؓ و مبارکہؓ کی آمین

خدایا اے میرے پیارے خدایا۔ یہ کیسے ہیں تیرے مجھ پر عطایا
کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا۔ کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
بشیر احمد جسے تو نے پڑھایا۔ شفا دی آنکھ کو بینا بنایا
شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا۔ کہ اسکو تو نے خود فرقاں سکھایا
یہ چھوٹی عمر میں جب آزمایا۔ کلام حق کو ہے فرفر سنایا
برس میں ساتویں جب پیر آیا۔ تو سر پر تاج قرآں کا سجایا
تیرے احساں ہیں اے رب البرایا۔ مبارکہ کو بھی تو نے پھر جلایا
جب اپنے پاس اک لڑکا بلایا۔ تو دے کر چار جلد اس سے ہنسایا
غموں کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر۔ ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فرفر۔ خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر۔ کہ اسکو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پائے وہ مقرر۔ یہی روز ازل سے ہے مقدر
خدایا چار لڑکے اور یہ دختر۔ عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر
یہ کیا احساں ترا ہے بندہ پرور۔ کروں کس منہ سے شکر اے میرے داور
اگر ہر بال ہو جائے سخنور۔ تو پھر بھی شکر امکاں سے ہے باہر
کریما دور کر تو ان سے ہر شر۔ رحیما نیک کر اور پھر معمر
پڑھایا جس نے اس پہ بھی کرم کر۔ جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
رہ تعلیم اک تو نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند۔ اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
بنا ان کو نیکو کار اور خردمند۔ کرم سے ان پہ کر راہ ہدیٰ بند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند۔ کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
تو خود کر پرورش اے میرے اخوند۔ وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند
یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مرے مولا مری یہ اک دعا ہے۔ تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے۔ زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے۔ ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے۔ وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
عجب محسن ہے تو بحر الایادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

نجات ان کو عطا کر گندگی سے۔ برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے۔ بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال۔ نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال۔ نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی امید ہے دل نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ۔ نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ۔ مرے مولا انہیں ہر دم بچانا۔
یہی امید ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا۔ مصیبت کا الم کا بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا۔ جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد۔ بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوویں گے یہ برباد۔ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی۔
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میری اولاد سب تیری عطا ہے۔ ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے۔ یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے